ماہنامہ
جہد حق

پاکستان کمیشن
برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JUHD-E-HAQ - July-2019 - Registered No. CPL-13

(قیمت 10 روپے)

جلد نمبر 26......شمارہ نمبر 7......جولائی 2019

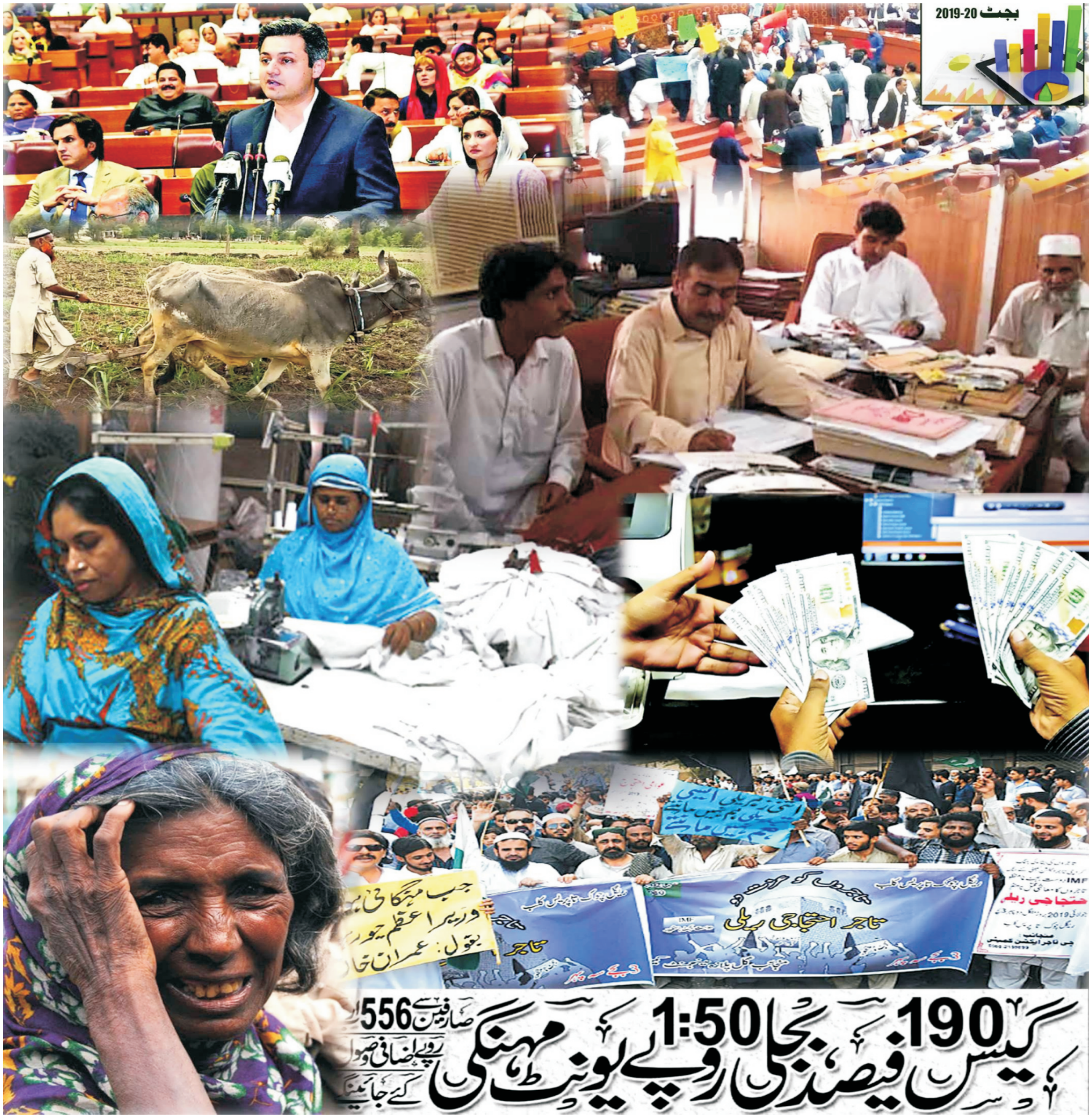

بجٹ 2019: کیا غریب کو ضروریات زندگی دستیاب ہوں گی؟

انسانی حقوق کے عالمی دن

جون

یکم جون	والدین کا عالمی دن
4 جون	جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن
5 جون	ماحول کا عالمی دن (یو این ای پی)
8 جون	سمندروں کا عالمی دن
12 جون	چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن
14 جون	خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
15 جون	بزرگوں سے ناروا سلوک سے آگاہی کا عالمی دن
17 جون	زمین کے صحرا بُر دھونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن
20 جون	مہاجرین کا عالمی دن
23 جون	اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن
23 جون	بیواؤں کا عالمی دن
25 جون	ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)
26 جون	ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل وحمل کے خلاف عالمی دن
26 جون	تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

کوئٹہ: ایچ آر سی پی کے ایک وفد نے جبری گمشدہ افراد کے اہلِ خانہ کے احتجاجی کیمپ جا کر اُن سے یک جہتی کا اظہار کیا

فہرست

پریس ریلیزیں 03

پیشِ خدمت ہے راگ بجٹ میں تازہ ٹھمری 05

عورت ہونا جرم ہے، غیر مسلم عورت ہونا اس سے بھی بڑا جرم 06

طلباء کو شدّت پسندی کا آلہ کار نہ بنایا جائے 07

بچوں کا جلد سے جلد کتاب سے تعارف کروانا کیوں ضروری ہے؟ 08

ماہی گیروں کے مسائل کا تدارک کیا جائے 09

مظالم کے حلاف احتجاج کرنے والے افراد پر پولیس کا لاٹھی چارج 10

اعلیٰ تعلیم کے بجٹ میں کٹوتی افسوس کا مقام ہے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے اعلیٰ تعلیمی کمیشن (ایچ ای سی) کے ذریعے اعلیٰ تعلیم پر ہونے والے اخراجات میں کٹوتی کی حکومتی کوشش پر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے زیرِ تعلیم طلباء اور مستقبل میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طالبعلم شدید متاثر ہوں گے، خاص طور پر ایسے طالب علم جو غریب اور پسے ہوئے طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

کم آمدنی والے پس منظر سے تعلق رکھنے والے طالب علموں، خاص طور پر بلوچستان، اندرون سندھ اور مغربی پاکستان جیسے پسماندہ علاقوں کے طلباء کو اعلیٰ تعلیم تک رسائی دینا ریاست کا فریضہ ہے۔ بالکل اسی طرح' ایچ ای سی جیسے اداروں اور صوبائی کمیشن یقینی بنائیں کہ فنڈز کا استعمال بہتر طریقے سے ہو اور ان فنڈز سے مستحق طالبعلم مستفید ہو سکیں جن کے پاس اعلیٰ تعلیم تک رسائی کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ پرانی اور نئی یونیورسٹیوں کو دستیاب وسائل بڑھائے جائیں۔

بجٹ میں مجوزہ کمی کے نتیجے میں داخلوں اور تعلیمی وظائف میں کمی آئے گی، خصوصاً عورتوں کے لیے، نیز تحقیق کا معیار بھی گر جائے گا۔ یہ نہ صرف نوجوانوں کے اس حق کی خلاف ورزی ہے کہ اعلیٰ تعلیم ان کی پہنچ میں ہونی چاہیے بلکہ انہیں ملنے والی تعلیم کا معیار بھی متاثر ہوگا۔

ایچ آر سی پی کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کے شعبے کے وسائل کم کرنے سے گریز کرے اور تعلیمی بجٹ میں کٹوتی کے خلاف احتجاج کرنے والوں......طالبعلموں، ماہرینِ تعلیم اور یونیورسٹیوں کی انتظامیہ کو بجٹ کی منظوری سے پہلے حکام کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ یونیورسٹیوں کو اپنا وجود برقرار رکھنے اور پھلنے پھولنے کا موقع دینے کی اشد ضرورت ہے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔26 جون 2019]

انصاف کا طویل انتظار: جیلانی فیصلہ کانفرنس

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے تعاون سے مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ پر عدالتِ عظمیٰ کے تاریخی فیصلے کی پانچویں برسی کی مناسبت سے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا ہے۔ کانفرنس کا مقصد عدالتی فیصلے کے اطلاق کی اہمیت کو ایک بار پھر اجاگر کرنا تھا۔ مرکز برائے سماجی انصاف (سی ایس جے)، قومی کمیشن برائے انصاف و امن (این سی جے پی)، اور سیسل اینڈ آئرس چوہدری فاؤنڈیشن کے مشترکہ تعاون سے جاری ہونے والی اس کانفرنس میں وکیلوں، صحافیوں، انسانی حقوق کے کارکنوں اور سفارتی مشنوں کے اراکین سمیت سول سوسائٹی کے ایک بڑے حلقے نے شرکت کی۔

اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے، ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان، مسٹر آئی اے رحمان نے کہا کہ جیلانی فیصلے کا نفاذ 'صرف اقلیتوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام پاکستانیوں کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ 'ایسی ریاستیں تباہ ہو جاتی جو اپنی اقلیتوں کا خیال نہیں رکھتیں۔' اس کے باوجود ریاست نے ایسی فضا قائم کر دی ہے جس میں ذرائع ابلاغ اقلیتوں کے مسائل زیرِ بحث لانے سے ڈرتے ہیں۔'

سی ایس جے کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر نے کہا کہ یہ فیصلہ 'پاکستان میں جمہوریت دوست اصولِ قانون متعارف کروانے میں بنیادی محرک ثابت ہوا ہے'۔ مسٹر جیکب نے فیصلے میں دی گئی ہدایات پر عملدرآمد کرنے میں ریاست کی ہچکچاہٹ کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا۔

ماہرینِ قوانین، انسانی حقوق کے کارکنان اور مختلف مذہبی برادریوں کے نمائندوں نے ملازمتوں میں اقلیتی کوٹے، عبادت گاہوں کے تحفظ، اور سکول و کالج کے تدریسی نصاب سے امتیازی مواد نکالنے کی ضرورت کے حوالے سے جیلانی فیصلے

کے اطلاق میں ریاست کی ناکامی پر مفصل بحث کی۔

مقررین میں پاکستان کی کیلاش برادری کے عمران کبیر؛ ماہرِ تعلیم ڈاکٹر اے۔ایچ نیئر؛ سندھ سے ہندو برادری کے نمائندے مسٹر پرکاش مٹھانی؛ ڈاکٹر عدنان رفیق؛ اور بشپ جوزف ارشد شامل تھے۔

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کے چیئر پرسن جسٹس (ریٹائرڈ) علی نواز چوہان نے شرکاء کو مذہبی اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ کے سلسلے میں ریاست کے تاریخی و آئینی فریضے سے آگاہ کیا۔ جسٹس (ریٹائرڈ) ناصرہ اقبال نے کہا کہ جیلانی فیصلے کا نفاذ ہی ضروری نہیں بلکہ اس کے 'نمایاں خدوخال کو سمجھنا اور ان کی پاسداری بھی اہم ہے۔'

سابق سینیٹر فرحت اللہ بابر نے کہا جیلانی فیصلے کے بعد، 'ہمارا خیال تھا کہ تمام عدالتی فیصلے اصولِ قانون کی مطابقت میں ہوں گے، مگر ایسا ہوا نہیں۔ ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق کا کہنا تھا کہ 'پاکستان کے آئین میں مساوی شہریت کے تصور پر نظرثانی کی ضرورت ہے تا کہ تمام شہریوں کو ایک جیسے حقوق میسر ہوسکیں قطع نظر اس چیز کے کہ ان کا عقیدہ کیا ہے۔'

[پریس ریلیز۔لاہور۔19جون2019]

تصدق جیلانی فیصلے پر عمل درآمد وقت کی اہم ضرورت ہے

عدالت عظمیٰ کے 2014 کے تاریخی فیصلے کی پانچویں برسی کے موقع پر انسانی حقوق کے کارکنوں نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے دفتر میں ایک اجلاس منعقد کیا۔

مرکز برائے سماجی انصاف، قومی کمیشن برائے انصاف و امن، اور سیسل اینڈ آئرس چوہدری فاؤنڈیشن سمیت سول سوسائٹی کے دیگر اداروں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ پانچ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس عدالتی فیصلے پر عملدرآمد کے حوالے سے کسی قسم کی حقیقی پیش رفت نہیں ہوسکی۔ اس حوالے سے ہونے والی واحد پیش رفت یک رکنی سڈل کمیشن کا قیام ہے تاہم اس کی رپورٹ بھی ابھی تک سامنے نہیں آسکی۔

مذہبی آزادی اور دیگر بنیادی حقوق کے تحفظ میں تصدق جیلانی فیصلے کی اہمیت کے پیشِ نظر، ایچ آر سی پی نے اپنی ساتھی تنظیموں کے تعاون سے مفادِ عامہ کی ایک پٹیشن دائر کی تھی جس میں عدالت عظمیٰ سے اس معاملے کا نوٹس لینے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ پٹیشن میں عدالت کو اُس فیصلے میں جاری ہونے والے احکامات پر عملدرآمد کی صورتحال کے بارے میں تحریری طور پر آگاہ بھی کیا گیا تھا۔

تصدق جیلانی فیصلہ مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک اہم سنگِ میل ہے۔ اگر اس بنیادی اصول کا اطلاق نہیں ہوسکتا تو پھر اقلیتوں کے حقوق کے ریاستی دعوے بے معنی ہیں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔03جون2019]

لاپتہ افراد کو عید سے پہلے سامنے لایا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے عیدالفطر کے موقع پر کہا ہے: 'ہمیں لاپتہ افراد کے خاندانوں کے کرب کو بھولنا نہیں چاہیے۔ ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ سندھ میں خادم حسین آریجو اور ہدایت لوہار کی رہائی درست سمت میں اٹھایا گیا قدم ہے، مگر یہ بھی ضروری ہے کہ تمام لاپتہ افراد کو عیدالفطر سے پہلے سامنے لایا جائے اور ان تمام افراد کو رہا کیا جائے جو سیاسی بنیادوں پر حراست میں ہیں۔

'ریاست کے اعلیٰ عہدیداروں اور سیکیورٹی ایجنسیوں کو اس حقیقت کا ادارک کرنا ہوگا کہ شہریوں کے حقوق سے روگردانی کے باعث ریاست کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں اور معاشرہ ناقابل تلافی حد تک انتشار کا شکار ہوتا ہے۔'

ایچ آر سی پی نے ایک بار پھر پرزور مطالبہ کیا ہے کہ غیرقانونی حراستوں اور جبری گمشدگیوں کا سلسلہ فوری طور پر بند کیا جائے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔04جون2019]

قاضی عیسیٰ کے خلاف ریفرنس افسوسناک اقدام ہے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے قابل احترام جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف آئین کے آرٹیکل 209 کے تحت اعلیٰ عدالتی کونسل (ایس جے سی) میں صدارتی ریفرنس کے وقت اور اس کے پیچھے چھپی نیت پر فکرمندی کا اظہار کیا ہے۔

ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ حکومت کو اس چیز کا مکمل ادراک نہیں کہ ریفرنس سے اعلیٰ عدلیہ کا وقار بری طرح متاثر ہوگا اور اس کے سیاست پر بھی شدید منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ ہمارے خیال میں حکومت کا بدنیتی پر مبنی کوئی بھی اقدام ریاست کے آئینی اداروں کو مزید کمزور کرے گا۔

ریفرنس کے لیے چنا گیا وقت پریشان کن ہے: اس نے نہ صرف ایس جے سی میں پہلے سے دائر دیگر ریفرنسز کو پس پشت ڈال دیا ہے بلکہ 2017 میں فیض آباد دھرنے کے متعلق قاضی عیسیٰ کے فیصلے کے خلاف پٹیشنوں کا فیصلہ ہونا بھی ابھی باقی ہے۔

سول سوسائٹی اور وکلاء برادری کا ایک بہت بڑا حلقہ پہلے ہی اس اقدام پر افسوس کا اظہار کر چکا ہے جن کے خیال میں اس اقدام کا مقصد عدلیہ کی خودمختاری کو نقصان پہنچانا اور اسے انتظامیہ کی خواہشات کے تابع کرنا ہے۔ ایچ آر سی پی کو یقین ہے کہ ایس جے سی اور عدالت عظمیٰ پاکستان قاضی عیسیٰ کے خلاف حکومتی ریفرنس سے پیدا ہونے والے بحران پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔11جون2019]

گروی مزدوروں کی رہائی عمل میں لائی گئی ہے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی رٹ پٹیشن کے نتیجے میں ملتان کے نزدیک بستی پیرا اسماعیل میں واقع اینٹوں کے ایک بھٹے سے 63 گروی مزدوروں کی بازیابی عمل میں آئی ہے۔

مئی میں، ایچ آر سی پی کو بستی پیرا سماعیل کے رہائشی ساغر حسین سے شکایت موصول ہوئی کہ علاقے کے ایک بھٹہ مالک نے 63 بھٹہ مزدوروں سمیت اپنا بھٹہ کسی دوسرے فرد کو فروخت کردیا ہے۔ نئے مالک نے مزدوروں کو غیرقانونی قید میں رکھا ہوا تھا۔ ایچ آر سی پی نے قید مزدوروں کی بازیابی کے لیے لاہور ہائی کورٹ کے ملتان بنچ میں رٹ پٹیشن دائر کی۔ جسٹس اسجد جاوید گرال نے پولیس اسٹیشن مخدوم رشید کے ایس ایچ او کو ہدایت جاری کی کہ تمام 63 مزدوروں کو بازیاب کر کے 14 جون 2019 کو عدالت میں پیش کیا جائے۔ آج انہیں عدالت میں پیش کیا گیا جس کے بعد جسٹس صادق خرم نے ان کی رہائی کا حکم صادر کیا۔

گروی مشقت کے نظام (خاتمہ) ایکٹ 1992 کی منظوری کے باوجود گروی مشقت کا قبیح عمل جاری و ساری ہے، خاص طور پر جنوبی پنجاب اور سندھ میں۔ ایچ آر سی پی کا صوبائی حکومتوں سے پرزور مطالبہ ہے کہ وہ اس امر کو یقینی بنائیں کہ 1992 کے قانون کے نفاذ کے لیے قائم ہونے والی ضلعی نگران کمیٹیاں فعال ہوں اور تندہی اور باقاعدگی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں اپنی انجام دیں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔14جون2019]

☆☆☆

پیشِ خدمت ہے راگ بجٹ میں تازہ ٹھمری

وسعت اللہ خان

دو روز بعد (گیارہ جون) عمران حکومت اپنا پہلا سالانہ قومی بجٹ پیش کرنے جا رہی ہے۔ گذشتہ بجٹ مسلم لیگ ن حکومت نے پیش کیا تھا مگر عمران حکومت نے اس بجٹ میں پچھلے ایک برس کے دوران دو اضافی منی بجٹ بھی دیے۔

نئے بجٹ میں اہتمام رکھا جائے گا کہ محصولاتی آمدنی میں اضافے، توازنِ ادائیگی میں بہتری اور بجٹ خسارے کو کم کرنے کی بابت بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) سے جو وعدے ہوئے ہیں وہ پورے ہوتے نظر آئیں۔

گویا اہلیانِ پاکستان سیٹ بیلٹ باندھ لیں کیونکہ معاشی پرواز کم از کم اگلے دو برس کے لیے ناہموار ہونے والی ہے۔

بجٹ سے پہلے جو سالانہ اقتصادی سروے شائع کیا جاتا ہے اس کی باضابطہ رونمائی تو خیر پیر کو ہوگی مگر کچھ چیتے صحافیوں نے اپنے ذرائع کی مدد سے اس اقتصادی سروے میں جو تاکا جھانکی کی ہے اگر وہ درست ہے تو پھر یوں سمجھ لیں کہ موجودہ مالی سال (2018-19) کے لیے گذشتہ حکومت ترکے میں جو اقتصادی اہداف چھوڑ گئی تھی ان میں سے سوائے مویشیوں کی افزائش کے کسی اور شعبے میں کوئی ہدف حاصل نہیں ہو پایا۔

موجودہ مالی سال کے لیے کل قومی پیداوار میں اضافے کا ہدف چھ اعشاریہ تین فیصد مقرر کیا گیا مگر صرف تین اعشاریہ تین فیصد کا اضافہ ہی ہو سکا۔ صنعتی شعبے میں ترقی کا ہدف سات اعشاریہ چھ فیصد تھا لیکن صرف ایک اعشاریہ چار فیصد ترقی ہی ہو سکی۔

مینوفیکچرنگ کے شعبے میں آٹھ اعشاریہ ایک فیصد بڑھوتری کے ہدف میں سے صرف دو فیصد ہی حاصل ہو پایا حالانکہ مینوفیکچرنگ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یعنی بجلی کی پیداوار میں کمی پر پچھلے ایک برس میں خاصی حد تک قابو پا لیا گیا ہے۔ زرعی شعبے میں ترقی کا ہدف تین اعشاریہ آٹھ فیصد مقرر کیا گیا مگر آبی قلت، خشک سالی اور موسمی اتھل پتھل کے سبب زرعی شعبے میں ایک فیصد سے بھی کم ترقی ہو سکی۔ صرف مویشی بانی کا شعبہ طے شدہ ہدف تین اعشاریہ آٹھ فیصد سے زائد ترقی کر پایا۔

> قرضوں پر سود کے بعد پاکستان کا سب سے زیادہ پیسہ دفاعی شعبے پر صرف ہوتا ہے۔ گذشتہ دس برس کے دوران دفاعی اخراجات میں **73** فیصد اضافہ ہوا۔ موجودہ مالی سال کا ایک اعشاریہ ایک کھرب روپے کا دفاعی بجٹ گذشتہ مالی سال کی نسبت **18** فیصد زائد تھا۔

سروس سیکٹر میں ساڑھے چھ فیصد یعنی ہدف سے دو فیصد کم اور تعمیراتی شعبے میں دس فیصد کے بجائے ساڑھے سات فیصد تک ترقی ہو پائی۔

قرضوں پر سود کے بعد پاکستان کا سب سے زیادہ پیسہ دفاعی شعبے پر صرف ہوتا ہے۔ گذشتہ دس برس کے دوران دفاعی اخراجات میں 73 فیصد اضافہ ہوا۔ موجودہ مالی سال کا ایک اعشاریہ ایک کھرب روپے کا دفاعی بجٹ گذشتہ مالی سال کی نسبت 18 فیصد زائد تھا یعنی کل قومی آمدنی کا تین اعشاریہ دو فیصد قومی دفاع پر صرف کرنا پڑتا ہے۔ (اس میں اڑھائی سو ارب روپے کے پینشن اخراجات اور اندرونی اضافی دفاعی و انتظامی ذمہ داریوں کے وہ 45 ارب روپے شامل نہیں جو سویلین بجٹ کا حصہ شمار ہوتے ہیں)۔

بظاہر ایک ترقی پذیر ملک ہونے کے ناطے پاکستان کا دفاعی بجٹ زیادہ محسوس ہوتا ہے اور دفاعی اخراجات کے اعتبار سے اس کا دنیا میں 20 واں نمبر ہے۔ مگر پاکستان کے حریف بھارت کا دفاعی بجٹ پانچواں بڑا عالمی بجٹ ہے۔

نئے مالی سال کے دوران پاکستان کے دفاعی بجٹ میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، بلکہ ڈالر کی قدر میں لگ بھگ 18 فیصد اضافے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دفاعی بجٹ موجودہ مالی سال کے مقابلے میں حقیقی طور پر کم ہی ہوگا البتہ جب صحت، تعلیم، پاپولیشن کنٹرول جیسے بنیادی شعبوں پر خرچے کے تناظر میں دفاعی اخراجات دیکھے جائیں تو لگتا ہے گویا ایک غیر صحتمند اور غیر پڑھی لکھی قوم کی پسماندگی کا دفاع ہو رہا ہو۔

عمران سرکار سے پوچھا جائے کہ موجودہ مالی سال میں اقتصادی ترقی کے طے شدہ بنیادی اہداف کیوں حاصل نہیں ہو سکے تو ترنت جواب یہ ہے کہ سابق حکومت نے جاتے جاتے ایسے غیر حقیقی اہداف نئی حکومت کو تھما دیے جن کا پورا کرنا بہت مشکل تھا۔

دو دن بعد پیش ہونے والے بجٹ میں معاشی ترقی کے جو بھی نئے اہداف مقرر ہوں گے وہ خالصتاً پی ٹی آئی حکومت کے ہوں گے۔ لہٰذا اگلے برس یہ راگ سنانے سے پرہیز کیا جائے کہ اگر اپوزیشن جہنم رسید ہو جاتی تو ہم یہ اہداف با آسانی حاصل کر سکتے تھے۔

(بشکریہ بی بی سی نیوز)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔ جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوانِ جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے نیچے دی گئی ویب سائٹ پر موجود ہیں

www.hrcp-web.org

عورت ہونا جرم ہے، غیر مسلم عورت ہونا اس سے بھی بڑا جرم

آئی-اے-رحمان

سمجھ نہیں آتا کہ ایک مسیحی عورت کو مسلمان کرنے کا کیا فائدہ کیونکہ اس سے تو اسلام میں کوئی بڑھاوا نہیں ملے گا: آئی اے رحمان

ہوٹل کے بڑے سے ہال میں جہاں کچھ لوگ سٹیج پر بیٹھے تھے، ایک خاتون ڈائس پر کھڑی بات کر رہی تھیں اور نشستوں پر بیٹھے درجنوں افراد ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ انہیں سننے والے کچھ ایسے گھروں سے بھی تعلق رکھتے ہیں جہاں دن میں کھانا مل جائے تو رات کے کھانے کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

یہ مئی 2019ء میں پیپلز کمیشن فار مائنارٹی رائٹس کی جانب سے اقلیتوں کی جبری تبدیلیِ مذہب اور جبری شادیوں کے حوالے سے ایک سیمینار تھا، جس میں چونگی امر سدھو کے مزدور جاوید مسیح بھی اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھے تھےیہ مئی 2019ء میں پیپلز کمیشن فار مائنارٹی رائٹس کی جانب سے اقلیتوں کی جبری تبدیلیِ مذہب اور جبری شادیوں کے حوالے سے ایک سیمینار تھا، جس میں چونگی امر سدھو کے مزدور جاوید مسیح بھی اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ جاوید کے مطابق ان کی تین بیٹیوں کو شیراکوٹ کے رہائشی خالد شاہ نے مبینہ طور پر اغوا کرنے کے بعد زبردستی مذہب ترک کرا کر اپنے گھر میں رکھا۔

جاوید کے مطابق ان کی تین بیٹیوں کو شیراکوٹ کے رہائشی خالد شاہ نے مبینہ طور پر اغوا کرنے کے بعد زبردستی مذہب ترک کرا کر اپنے گھر میں رکھا۔ جاوید کا کہنا ہے کہ خالد شاہ نے سات سال قبل ان کی بڑی بیٹی کو اغوا کیا اور جبری اسلام قبول کرا کر شادی کی۔ اس شادی سے ان کے دو بچے بھی ہیں۔ دو مہینے پہلے خالد نے ان کی ایک 13 اور دوسری 15 سالہ بیٹی کو بھی اغوا کر کے جبری طور پر اسلام قبول کرا دیا۔

جاوید نے انڈپینڈنٹ اردو سے بات کرتے ہوئے بتایا جب ان کی پہلی بیٹی اغوا ہوئی تو انہوں نے خالد شاہ کی بہت منت سماجت کی مگر اس نے جان سے مار دینے کی دھمکی دی۔

انہوں نے بتایا کہ خالد نے ان کی پہلی بیٹی کو مجبور کر کے دوسری بیٹیوں کو اپنے گھر بلایا اور انہیں جبری کلمہ پڑھوا کر اپنے ہی گھر پر رکھ لیا۔ زاہد نذیر بھٹی پاکستان مائنورٹی یونٹی کونسل کے چیئرمین ہیں۔ انہوں نے جاوید مسیح کی بیٹیوں کے اغوا کے حوالے سے بتایا: 'بچیاں جب اغوا ہوئیں تو ان کے والدین گھر پر نہیں تھے۔ یہ 15، 20 دن بچیوں کو ڈھونڈتے رہے اور متعلقہ تھانے بھی گئے جہاں ان کی کوئی شنوائی ہوئی اور نہ ہی گمشدگی کا پرچہ کاٹا گیا۔ جب معلوم ہوا کہ ان کی بچیاں خالد شاہ کے پاس ہیں تو ان کہ پہلی کوشش تھی کہ مصالحت سے مسئلہ حل ہو جائے لیکن جب بات نہ بنی تو انہوں نے ہائی کورٹ میں اپیل کر دی، مگر تب تک کافی وقت گزر چکا تھا اور خالد شاہ ان نابالغ بچیوں پر کافی دباؤ ڈال چکا تھا۔'

جاوید مسیح جن کی تین بیٹیوں کو مبینہ طور پر اغواء کر کے جبری مسلمان کیا گیا

زاہد نے بتایا کہ جاوید اور اس کی بیوی چاہتے ہیں کہ ہائی کورٹ بچیوں کو دارالامان بھیجنے کا فیصلہ کرے اور انہیں والدین سے ملنے کی اجازت کا حکم دے۔

زاہد نے بتایا کہ سالانہ جبری مذہب تبدیلی کے سینکڑوں کیس سامنے آتے ہیں جن میں سندھ سے ہندو لڑکیاں جبکہ ملک بھر کے دور دراز دیہاتوں اور خاص طور پر اینٹوں کے بھٹوں پر کام کرنے والے اقلیتی خاندانوں کی بچیاں شامل ہیں۔

انہوں نے بتایا: 12 یا 15 برس کی بچی کو جبراً مذہب تبدیل کرا کر اس کے ہاتھ میں مولوی کا دستخط شدہ ایک سرٹیفکیٹ تھما دیا جاتا ہے اور اس سرٹیفکیٹ کو چیلنج کرنے کا کوئی راستہ نہیں کیونکہ اس کو چیلنج کرنے کا مطلب ہمارے ہاں اپنی گردن کٹوانا ہے۔' اس سلسلے میں سول سوسائٹی کو آواز اٹھانا ہوگی۔ دوسرا پولیس کو اس حوالے سے ایکشن لینا پڑے گا کہ اگر اقلیتی برادری کی کوئی بچی اغوا ہو تو فوری اس کا پرچہ کاٹیں۔ پرچہ بروقت نہ کاٹنے کی وجہ سے بچیوں کے ساتھ زیادتی بھی ہوجاتی ہے۔ بااثر افراد اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے پولیس کو بھی مٹھی میں کر لیتے ہیں اور غریب زیادتی کا شکار ہو جاتا ہے۔

پیپلز کمیشن فار مائنورٹی رائٹس کے چیئرپرسن پیٹر جیکب نے انڈپینڈنٹ اردو سے بات کرتے ہوئے جبری مذہب کی تبدیلی اور شادیوں کے حوالے سے بتایا: '2010 سے 2012 تک 1733 کیس رپورٹ ہوئے جن میں سے 42 فیصد لڑکیاں ہندو، 35 فیصد مسیحی اور 22 فیصد احمدی تھیں جبکہ 2019 کے اوائل میں سندھ سے اب تک 20 کیس رپورٹ ہو چکے ہیں، مگر یہ تعداد تبدیل ہوتی رہتی ہے۔'

پیٹر نے مزید بتایا کہ 'ایسے کیس عموماً وہاں سے سامنے آتے ہیں جہاں کوئی مذہبی درگاہ یا مدرسہ بنا ہو۔ کچھ لوگ اپنے جرائم کو چھپانے کے لیے ایسا کرتے ہیں اور کچھ مذہبی جنونیت میں ایسا قدم اٹھاتے ہیں ایک اور وجہ یہ ہے کہ اقلیتوں کے فیملی لاز بہت سخت ہیں اور وہ چاہے کنوارے اور بالغ بھی ہوں تب بھی انہیں مرضی سے شادی کرنے میں مشکل آتی ہے۔ اس وجہ سے بھی لوگ ان کا مذہب تبدیل کرا لیتے ہیں۔'

اس حوالے سے تجزیہ کار وجاہت مسعود کا کہنا ہے: 'جب ہم نے معاشرے میں اس اصول کو تسلیم کر لیا کہ کچھ لوگ وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو یہاں رہنے والے افراد کا ہے اور وہ برابر کے شہری نہیں ہیں اور پھر ریاست کی رٹ بھی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو تو ظاہر ہے کمزور لوگ جرائم پیشہ افراد کا شکار ہوں گے۔'

'ان میں ہندو، مسیحی یا دوسرے غریب طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔ میرے خیال میں یہ کوئی علیحدگی میں ہونے والا معاملہ نہیں، یہ معاشرے کی دیگر چیزوں سے جڑے ہوئے معاملات ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آگے چل کر یہ چیزیں اور زیادہ شدت اختیار کریں۔'

دوسری جانب، انسانی حقوق کے کارکن آئی اے رحمان نے انڈپینڈنٹ اردو سے بات کرتے ہوئے کہا: 'میرے خیال میں پاکستان میں عورت ہونا جرم ہے اور غیر مسلم عورت ہونا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ مسلمان کر کے ثواب کمایا جا رہا ہے مگر مجھے سمجھ نہیں آتا کہ ایک مسیحی عورت کو مسلمان کرنے کا کیا فائدہ کیونکہ اس سے تو اسلام میں کوئی بڑھاوا نہیں ملے گا۔'

انسانی حقوق کی کارکن اور سینیئر ایڈووکیٹ حنا جیلانی کا کہنا ہے: 'مذہب کی جبری تبدیلی میں اضافہ تو ہوا ہے لیکن اچھی بات یہ ہے کہ ایسے کیس اب سامنے آنے لگے ہیں۔ اس میں ایک پیٹرن نظر آ رہا ہے جو یہ دکھاتا ہے کہ ایسا کرنے والے وسیع پیمانے پر اور منظم ہیں۔ اس میں شادی کے ساتھ تبدیلی مذہب ہو رہی ہے اور عموماً اس میں مظلوم نابالغ ہے اور اس کا تعلق اقلیت سے ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو غیر مسلم بچیوں کو مسلمان کر کے نیکی کما رہے ہیں، ان کی جانچ پڑتال ہونی چاہیے۔ پیٹرن یہ بھی دکھاتا ہے کہ یہ لوگ منظم اور اپنا ہدف سیٹ کرتے ہیں۔'

حنا جیلانی مزید کہتی ہیں کہ ملک کے مختلف علاقوں سے اتنے کیس رپورٹ ہو رہے ہیں کہ اب اس مسئلے کی جانب ریاست کی بے توجہی قابل قبول نہیں رہی۔

(بشکریہ انڈیپنڈنٹ اردو)

طلباء کو شدّت پسندی کا آلہ کار نہ بنایا جائے

اطہر نقوی، دی نیوز آن سنڈے

شاعر، لکھاری، ایچ آر سی پی کے سیکریٹری جنرل حارث خلیق کے ساتھ گفتگو۔

دی نیوز آن سنڈے: ایک شاعر، کالم نگار، معلم اور انسانی حقوق کے دفاع کار کی حیثیت سے آپ بہاولپور واقعے کے تناظر میں، ہمارے تعلیمی اداروں میں عدم برداشت کی سطح کو کس طرح دیکھتے ہیں؟ کیا کسی کو طلباء کے خیالات کی فکر ہے؟ درسی کتابوں کی شکل میں ہم انہیں کیا پڑھا رہے ہیں؟

حارث خلیق: ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اساتذہ اور طلبا تنظیموں میں مختلف معاملات پر مختلف طرح کی آراء کا ہونا یا نہ ہونا ان تعلیمی اداروں سے باہر معاشرے کے عمومی ماحول کی عکاسی کرتا ہے۔ صرف ہمارا ملک ہی مذہبی ریاست نہیں ہے۔ کئی اور ممالک بھی اس فہرست میں شامل ہیں۔ ہم ایک متعصب ملک میں تبدیل ہو چکے ہیں جہاں عقیدے اور سیاسی رائے سمیت تمام معاملات میں دائمی خوف نے آزادانہ رائے کی جگہ لے لی ہے۔ مقتدر حلقوں نے قدامت پسند ملاؤں، مبلغین، منفی فکر پروان چڑھانے والے رہنماؤں اور ٹیلی ویژن پر وعظ کرنے والے خطیبوں کو تعصب اور عدم برداشت پھیلانے کی کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے۔ غالباً، اکثریت ابھی بھی انتہا پسندانہ اقدامات پر یقین نہیں رکھتی مگر وہ بے بس ہیں اور ان لوگوں کے ہاتھوں یرغمال ہیں جنہیں طویل عرصہ سے تشدد کرنے کی اجازت ملی ہوئی ہے۔ جہاں تک اسکولوں کے نصاب کا تعلق ہے تو یہ واحد چیز نہیں ہے جس پر نظر ثانی کرنا ضروری ہے۔ استاد جماعت میں اپنے طالبعلم کو جو کچھ بتاتا ہے ہوسکتا ہے وہ درسی کتابوں میں بھی نہ لکھا ہوا ہو یہ سب سے پریشان کن بات ہے۔ پھر ایسے در پردہ پیغامات بھی ہیں جو طالبعلم اور نوجوان منبر اور ذرائع ابلاغ دونوں سے حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا ان طالب علموں اور نوجوانوں کی سوچ کو اس ساری صورتحال کو ایک طرف رکھ کر تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

ٹی این ایس: یہ شاید اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ مگر ہم نے ریاست یا حتیٰ کہ حکومت کی طرف سے بھی کوئی مضبوط ردعمل نہیں دیکھا۔ وہ ردعمل کتنا اہم ہے/تھا؟

ح خ: ریاست یا حکومت کے مناسب ردعمل کی غیر موجودگی نے مہر ثبت کر دی ہے کہ انتہائی طاقت ور لوگ بھی خوفزدہ ہیں کہ اگر انہوں نے ان معاملات پر زبان کھولی تو وہ اپنی سلامتی یا قدامت پسند ووٹ بینک سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے یہ بات پہلے بھی کی اور دوبارہ بھی کروں گا کہ سلمان تاثیر کا قتل اس کی بابت فیصلہ کن وقوعہ تھا۔ اشراف حکمرانوں یا ریاستی اداروں کے سربراہوں کے لیے اپنے عملے اور محافظوں پر مزید بھروسہ کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ زیادہ تر اسی طبقے سے ہیں جسے خود ان اشراف نے اپنے سیاسی عزائم کے لیے بنیاد پرست بنایا تھا۔

ٹی این ایس: لگتا ہے کہ معاشرے نے بھی خاموش رہنے کو ترجیح دی تھی۔ ساتھی اساتذہ کی طرف سے بھی کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا نہ ہی اس واقعے پر بحث اور گفتگو ہوئی۔ یہ صورتحال ہمیں کہاں لے جائے گی؟

ح خ: ایک حد تک تو ایسا ہی ہے مگر میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مکمل طور پر درست ہے۔ مقتول پروفیسر کے بعض اپنے شاگرد آگے بڑھے اور ان کی حمایت میں لکھا۔ طالبعلموں، اساتذہ اور سول سوسائٹی کے اراکین نے کئی شہروں میں شمعیں جلائیں۔ مگر خوف اور دھونس کی فضا ہے۔ لوگ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ان کی سیاسی قیادت ایسے واقعات وحالات کو کس طرح لیتی ہے۔

ٹی این ایس: خوف اور دھونس کی فضا میں اساتذہ اپنی مرضی کا کچھ پڑھا یا بول سکتے ہیں؟ ایک استاد کی حیثیت سے کیا آپ کو تقریر کی آزادی کی بابت سرکاری اور نجی اداروں میں کوئی فرق نظر آتا ہے؟

ح خ: بالکل نہیں۔ یہاں تک کہ اپنی ذاتی زندگی میں مذہبی سوچ والے اساتذہ بھی اگر مدلل بحث کرنے کی کوشش کریں، موجودہ اور پرانی اقدار پر سوال کریں اور تنقیدی سوچ کی حوصلہ افزائی کریں انہوں نے اپنے لیے انتہائی مشکل راہ منتخب کی ہے۔ سرکاری اور نجی اداروں میں کچھ فرق ہے۔ سرکاری ادارے قدرے زیادہ قدامت پسندی کی پناہ گاہیں ہیں مگر نجی اداروں میں بھی کچھ حدود ہیں جنہیں پار نہیں کیا جاسکتا۔
تعلیمی آزادی اور تحقیق کی جستجو کو جس طرح چیلنج کیا جارہا ہے پاکستان میں اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ چیز ہمیں مزید جہالت، تعصب، تشدد اور زوال، اور ایک برہم، بیمار اور منتشر معاشرے کی طرف لے جائے گی۔

ٹی این ایس: ایسا لگتا ہے کہ طالبعلم اب کئی ذرائع سے تعلیم لے رہے ہیں، خاص طور پر ذرائع ابلاغ سے جہاں مذہبی انتہا پسندی کی آزادانہ تبلیغ ہو رہی ہے جبکہ قدرے روادار نقطہ نظر کی اجازت نہیں۔ ہم اظہار کی آزادی کی کس طرح اور کس سطح پر تعلیم دیتے ہیں؟

ح خ: یہ ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے اور صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے۔ تنگ نظر قوم پرستی، عورتوں سے نفرت، زن بیزاری، مذہبی نفرت اور طبقاتی تعصب بڑھ رہا ہے۔ پاکستان کے متعلق جو چیز منفرد ہے یہ کہ یہاں فیصلہ سازوں میں اس مسئلے سے نمٹنے کی بصیرت کا قحط ہے، اگر وہ اسے مسئلہ سمجھتے ہیں تو۔ آزادیاں اور حقوق ناقابل تنسیخ اور ناقابل تقسیم ہیں۔ ہم نے اختلاف رائے کے ساتھ سامراجی طریقے سے پیش آئے ہیں۔ معاشرے اور قومیں خوف ودھونس، جبر اور تشدد کی فضا میں ترقی نہیں کرتیں۔

ٹی این ایس: ہماری قانون کی کتابوں میں موجود قوانین کے بارے میں آپ کیا خیال ہے؟ کیا وہ معاشرے میں عدم برداشت کو فروغ دے رہے ہیں؟

ح خ: عجیب بات یہ ہے کہ گذشتہ بیس برسوں میں ہمارا معاشرہ ریاست کی خواہش سے بھی زیادہ بنیاد پرست ہوگیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام دوست قوانین بنائے جائیں مگر ترقی پسند قانون سازی کے لیے جگہ تنگ ہوتی جارہی ہے۔ دیکھیں کہ ہماری پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں نے عورتوں کے حق میں بعض قوانین منظور کیے اور کئی ایسے قانون ساز ہیں جو مزید ایسے قوانین متعارف کرنا چاہتے ہیں۔ معاشرے میں ایسے بااثر گروہ ہیں جو ان قوانین اور پالیسیوں کو خوش آمدید کہنے کے بجائے عورتوں کے حقوق پر معترض ہیں اور ان کی حتی الامکان کوشش ہے کہ ایسے قوانین نہ بنیں اور نہ ہی ان کا مناسب اطلاق ہو۔ نتیجتاً، جنرل ضیاء نے مذہب کے نام پر خون بہا، مذہب کی توہین، شہادت وغیرہ کے جو قوانین متعارف کروائے تھے انہیں روشن خیال اسلامی بحث کی روشنی میں تبدیل کرنا تو کجا ان کے ناجائز استعمال پر سوال اٹھانے کا بھی بہت کم امکان ہے۔

ٹی این ایس: آپ کے خیال میں ہمارے تعلیمی اداروں میں رجعت پسند سوچ میں بہتری کے لیے کیا کرنا چاہیے تاکہ وہ تنقیدی اور روادار ذہن پیدا کر سکیں؟

ح خ: سب سے پہلے، ریاست کے مستقل اداروں کو اپنی روش تبدیل کرنے کا عزم کرنا ہوگا۔ صحافت کی آزادی جمہوری آزادی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اور جمہوری آزادی تعلیمی آزادی کے ساتھ نتھی ہے۔ شہریوں کو رعایا نہ سمجھا جائے اور طلباء کو سیاسی یا مذہبی مقاصد کے لیے بطور ہتھیار نہ استعمال کیا جائے۔ اس کے علاوہ، مختلف مکتبہ ہائے فکر کے مابین مکالمے کا فقدان ہے۔ ان مذہبی دانشوروں میں بھی جو تاریخ اور سیاست کو قدرے وسیع تناظر میں دیکھتے ہیں۔ صحت مند معاشرہ شمولیتی اور متنوع معاشرہ ہوتا ہے جہاں ہزاروں پھول کھلتے ہیں۔

(بشکریہ دی نیوز آن سنڈے)

بچوں کا جلد سے جلد کتاب سے تعارف کروانا کیوں ضروری ہے؟

ندا ملجی

بچپن کے دنوں میں میرے کچھ ایسے بھی دوست تھے جو رات کو والدین سے چھپ کر بستر میں کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے، حالانکہ ان کتابوں کا مواد بھی ذرا بھی غیر مناسب نہیں تھا بلکہ یہ کتابیں اسکول کی لائبریری سے حاصل کی جاتیں تھیں جن کے موضوعات مرکزی دھارے کے ادب سے متعلق ہوتے۔ آج میں سوچتی ہوں کہ آخر والدین کیونکر بچوں کو مطالعے جیسے اچھے کام سے روکا کرتے تھے۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں جب زیادہ تر بچوں کو معمول کی مصروفیت سے وقفہ مل جاتا ہے اور اس دوران انہیں مطالعے کے لیے کافی فارغ وقت مل سکتا ہے، اس عادت کو پیدا کرنے کا یہی اچھا وقت ثابت ہوسکتا ہے۔

کئی گھرانوں میں مخصوص سماجی سوچ موجود ہوتی ہے جس کے باعث وہ اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر تعلیم تو دلوانا چاہتے ہیں، اور بعدازاں وہ افراد بڑی خوشی کے ساتھ اپنے بچے کی اسکول میں شاندار کارکردگی کا تذکرہ بھی کرتے دکھائی دیں گے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی چاہیں گے کہ بچے کے ذہن اور تجسس کا دائرہ محدود ہی رہے۔

ایسا کیوں ہے کہ ہمارے بچے اسکول میں تو بہت ہی شاندار نتائج حاصل کرتے ہیں لیکن کسی قسم کے مباحثے میں تعمیری حیثیت میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہوتے؟ ان میں سے کئی بچے اپنے اساتذہ، والدین، گھر والوں اور دوستوں کے آگے بولنے سے اتنا گھبراتے کیوں ہیں؟ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے بچے کو ہر قسم کا ادب پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ہمیں ان کے مطالعے کے دائرے پر اپنا ضابطہ قائم رکھنا پسند ہے کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ ایسی ویسی چیز نہ پڑھ لیں کہ جس سے آگے چل کر وہ سماجی رکاوٹوں کو عبور کرنے لگیں اور اپنی رائے کا کھل کر اظہار کریں۔

مطالعے کا اپنا ہی لطف ہے اور یہ ذہنی صحت کے لیے اسی طرح اہم ہے جس طرح جسم کے لیے خوراک اور غذائیت۔ ہماری زندگی میں شاید ہی ایسی کوئی چیز ہو جو بستر میں ایک اچھی کتاب کے مطالعے سے ملنے والے طمانیت کے احساس کا متبادل ہوسکے۔ ویسے آج کل لوگوں کی ایک بڑی تعداد ای-بکس کا مطالعہ تو کرتی ہے لیکن آج بھی ہمیں 'حقیقی' کتابوں کی اہمیت ہر جگہ واضح طور پر نظر آتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ 90 فیصد ای بک مالکان کا کہنا ہے کہ وہ ای بکس کے مطالعے سے زیادہ پیپر بیک ہی پڑھتے ہیں۔

بریکلے کی کیلی فورنیا یونیورسٹی کی تحقیق کے مطابق جن بچوں کو جتنا جلدی کتابوں سے متعارف کروایا گیا، یا جنھیں ایک سے تین برس کی عمر میں والدین نے کتاب پڑھ کر سنائی، انہوں نے زندگی میں آگے چل کر ذہانت کے امتحانوں میں بہت زیادہ نمبر حاصل کیے۔

بچے ٹی وی دیکھنے سے زیادہ کتابوں سے نئے الفاظ سیکھتے ہیں۔ کتابوں میں چھپی تصاویر ان پر علمی دنیا کے دروازے کھولتی ہیں، تجسس کو جنم دیتی ہیں، ذہن کو مختلف زاویوں سے سوچنے پر مجبور کرتی ہیں اور بچوں سے کچھ اس انداز میں گفتگو کرتی ہیں کہ جو ان کے سوچنے کے عمل، شناخت، زندگی میں ان کے مقام اور کردار میں گہرائی کے ساتھ پیوست ہوجاتی ہے۔

تحقیق کے مطابق جن بچوں کو وقت گزاری کے لیے مطالعہ کرنے کی عادت ہوتی ہے، ان میں اکیلے پن اور ڈپریشن لاحق ہونے کے امکانات بہت ہی کم ہوتے ہیں، خاص طور پر ان بچوں کے مقابلے میں تو بہت ہی کم جنھوں نے اپنے اندر مطالعے کی عادت پیدا نہیں کی ہوتی ہے۔

تو پھر ہم کیوں اپنے بچوں کو کتاب پڑھ کر سنانے کی عادت اتنی دیر سے اختیار کرتے ہیں؟ بطور ایک استاد میں ایسے سیکڑوں والدین سے مل چکی ہوں جو اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ ان کے بچے کو مطالعے کا شوق نہیں ہے اور وہ ایک کتاب بھی ختم نہیں کر پاتا۔ یہ سن کر میں ان سے پوچھتی ہوں کہ انہوں نے اپنے بچے کا پہلی بار کتاب سے تعارف کب کروایا؟ اس پر اکثر یہ جواب ملتا ہے کہ جب بچے نے اسکول جانا شروع کیا۔

یہی وجہ ہے کہ بچوں کی کتاب سے وابستگی کی وجہ بالکل ہی مختلف ہوجاتی ہے، دراصل ایسے بچے کتاب کو اسکول کے تعلیمی دباؤ اور سخت محنت سے وابستہ کردیتے ہیں، جبکہ وہ بچے جن کے والدین ان کی پیدائش کے بعد سے کہانیاں پڑھ کر سناتے ہیں، وہ کتابوں کو والدین کے ساتھ گہرے رشتے، گھر والوں کے ساتھ گزرے وقت کی یادوں اور تجربات کے تبادلے سے منسلک کرتے ہیں۔ یہ وہ بچے ہیں جو مطالعے سے خالص خوشی حاصل کرتے ہیں اور یہ خوشی ان کے اندر گہرائی تک بسی ہوتی ہے۔

تحقیق کے مطابق جن بچوں کو وقت گزاری کے لیے مطالعہ کرنے کی عادت ہوتی ہے، ان میں اکیلے پن اور ڈپریشن لاحق ہونے کے امکانات بہت ہی کم ہوتے ہیں، خاص طور پر ان بچوں کے مقابلے میں تو بہت ہی کم جنھوں نے اپنے اندر مطالعے کی عادت پیدا نہیں کی ہوتی ہے۔

مطالعہ جواں سال افراد کو پُرسکون رکھنے میں مدد کرتا ہے، انہیں اپنی قدر جاننے کا احساس پیدا کرنے میں مدد کرتا ہے، دیگر لوگوں کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے، ذہنی صلاحیتوں میں تقویت پہنچاتا ہے، زندگی میں آگے چل کر الزائمر جیسی بیماریوں کے امکانات کو کم کرتا ہے، ہمدردی اور سخاوت سکھاتا ہے، زندگی کو دیکھنے کے لیے ایک سے زائد زاویے فراہم کرتا ہے۔ مطالعے کے فوائد بے تحاشا ہیں، شاید آم کھانے کے فوائد سے بھی زیادہ۔

آخر کیوں والدین بچے کے ابتدائی برسوں کے دوران تربیت و پرورش کے اس اہم پہلو پر زیادہ دھیان نہیں دیتے؟ حالانکہ مطالعہ بچے اور والدین کے درمیان رشتے کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن اس کے باوجود چند والدین سمجھتے ہیں کہ بچوں کو مطالعہ کی طرف راغب کرنا صرف اور صرف اساتذہ کا کام ہے۔

اسکولیسٹک ایجوکیشن ریسرچ فاؤنڈیشن (Scholastic Education Research Foundation) کی جانب سے بچوں پر کی جانے والی تحقیق میں یہ پایا گیا کہ 4 سے 10 برس کے 80 فیصد بچوں کو گھروں میں با آواز بلند مطالعے کا رجحان پسند ہے اور پورے دن میں یہی ان کا پسندیدہ وقت ہوتا ہے کیونکہ اس دوران وہ اپنے والدین کے ساتھ خصوصی وقت گزارتے ہیں۔

کئی بچوں کے لیے ایک ایسا شخص مطالعے کے لیے ترغیب کا باعث بنتا ہے جو کہانیوں پر ہونے والی گفتگو میں دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ بچوں کو صرف مطالعہ ہی پسند نہیں ہوتا بلکہ انہیں کہانی دہرانے کا بھی کافی شوق ہوتا ہے۔

مطالعے سے شغف کو ایک تنہائی پسند سرگرمی سمجھنا بالکل بھی ٹھیک نہیں۔ کسی کہانی کے بارے میں اگر ایک بچہ جو کچھ سوچتا ہے اس پر والدین اگر دلچسپی ظاہر کریں اور کہانی کے حوالے سے اس کے نکتہ نظر کو سنیں تو اس طرح بچے میں تجزیاتی صلاحیت پیدا ہوگی اور اپنی رائے دیگر لوگوں تک پہنچانے کے لیے اعتماد حاصل ہوگا۔ (بشکریہ ڈان اردو)

پولیو کے کام میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے

حیدر آباد آل سندھ لیڈی ہیلتھ ورکرز اینڈ ایمپلائز یونین کی مرکزی صدر حلیہ لغاری نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ پولیو کے کام میں رکاوٹ ڈالنے اور ملازمین کو ہراساں کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ حیدر آباد پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سندھ میں لیڈی ہیلتھ ورکرز پروگرام کے ملازمین کی تعداد 1110 ہے جس میں 48 لیڈی ہیلتھ سپروائزر بھی شامل ہیں۔ اب تک 1015 ملازمین کی آئی ڈیز اوپن ہو چکی ہیں جبکہ 95 ملازمین کی آئی ڈیز کھلنا باقی ہیں، ان آئی ڈیز کو اوپن کرنے کے نام پر ملازمین سے چھ ہزار روپے فی کس رشوت طلب کی جا رہی ہے۔ اس کرپشن اور ظلم کے خلاف حیدر آباد میں ملازمین نے احتجاج کیا اور ہیلتھ ڈپارٹمنٹ سمیت نیب انٹی کرپشن اور دیگر اعلیٰ حکام کو بھی درخواستیں جمع کرائیں لیکن کرپٹ عناصر کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی بلکہ یہ عناصر لیڈی ہیلتھ ورکرز کو دھمکیاں دے کر ہراساں کر رہے ہیں۔ ایک لیڈی ہیلتھ سپروائزر نے پروگرام کی سرکاری گاڑی فروخت کر دی ہے، اسی طرح دیگر افسران بھی کرپشن میں ملوث ہیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

بیوی کو قتل کر دیا

لکی مروت لکی مروت کے علاقے کچی کمر میں ایک شخص نے گھریلو ناچاقی پر اپنی بیوی کو قتل کر دیا گیا۔ منان نے بتایا کہ ان کی بیٹی امرین بی بی کی پانچ سال قبل ان کے بھتیجے ضیاء الحق سے شادی ہوئی تھی وقوعہ کی رات میاں بیوی میں شور شرابہ ہوا اور ضیاء اللہ نے فائرنگ کر کے اپنی بیوی امرین بی بی کو زخمی کر دیا۔ مقتولہ کو گورنمنٹ سٹی ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ وہ راستے میں ہی دم توڑ گئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ واقع 15 جون کو پیش آیا۔ (محمد ظاہر)

سابق میڈیکل سپرنٹنڈنٹ زخمی

لکی مروت لکی مروت کے علاقے تجوڑی میں فائرنگ سے سابق میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر محمد اسحاق زخمی ہو گئے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق اپنے گھر سے موٹر کار میں کلینک جا رہے تھے کہ راستے میں ملزم محمود خان نے ان پر فائرنگ کر دی جس سے وہ زخمی ہو گئے جبکہ ان کے بیٹے یعقوب بال بال بچے۔ ڈاکٹر کو فوری طور پر ہسپتال لایا گیا جہاں طبی امداد کے بعد پشاور منتقل کر دیا گیا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ واقع 15 جون کو پیش آیا۔ (محمد ظاہر)

ماہی گیروں کے مسائل کا تدارک کیا جائے

گوادر گوادر صدیوں سے ماہی گیری شہر رہا ہے اور اس کی 80 فیصد آبادی آج بھی ماہی گیری شعبہ سے وابستہ ہے۔ جو اپنے روزگار کو تحفظ فراہم کرنے میں عملی جدوجہد کر رہے ہیں۔ تمام تکالیف کے باوجود ماہی گیر سمندری حیات و ماحولیات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے روزگار کو بہتر کرنے میں مصروف ہیں اور گوادر ماہی گیر اتحاد تمام فورمز کو یہ باور کرانے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے کہ اس ترقیاتی عمل میں ماہی گیروں کی حیثیت کو تسلیم کر کے ان کی مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی کی جائے اور گوادر کی دائمی زر و پدی زر میں مچھلی کی شکارگاہوں اور افزائش کی جگہوں کو تحفظ فرا کیا جائے اور دور حاضر کے مطابق ماہی گیروں کو سہولیات فراہم کی جائیں۔ جب ایسٹ بے ایکسپریس وے کی کام کا آغاز کیا گیا تو ماہی گیروں نے اپنے روزگار کے تحفظ کے لیے آواز بلند کی اور اداروں کے ساتھ مذاکراتی عمل کا بھی حصہ بنے اور گوادر آل پارٹیز، سماجی تنظیموں، ضلعی انتظامیہ، سکیورٹی فورسز، ایم این اے گوادر، ایم پی اے گوادر، سینیٹر، وزیر اعلیٰ بلوچستان، کور کمانڈر بلوچستان کی کوششوں سے گوادر دیمی زر میں بریک واٹر اور تین مقامات پر 100 فٹ چوڑی گزرگاہ کے لیے جناب وزیر اعظم پاکستان نے فنڈز جاری کیے لیکن صد افسوس کہ گوادر پورٹ اور جی ڈی اے کی سست روی حکمت عملی کی وجہ سے چار ماہ گزر جانے کے بعد بھی اب تک محض ڈیزائن گوادر عوام بالخصوص گوادر ماہی گیر اتحاد کمیٹی کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکا جس سے ماہی گیروں میں یہ بحث زور پکڑ رہی ہے کہ اب تک ان دو اداروں کی نااہلی سے بقیہ تمام معزز اداروں کی مخلصانہ کوششیں رائیگاں نہ چلی جائیں۔ گوادر ماہی گیر اتحاد گوادر پورٹ اور جی ڈی اے سے اپیل کرتا ہے کہ ایک ماہ کے اندر بریک واٹر اور گزرگاہوں کے ڈیزائن کو پبلک کر کے کام کا فوراً آغاز کیا جائے وگرنہ ماہی گیران دونوں اداروں کے خلاف بھرپور احتجاج کریں گے۔ صوبائی حکومت کی جانب سے بلوچستان فشرمین کوآپریٹو سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ سوسائٹی کونسل ممبر شپ کے لیے سیاسی سفارشات کی بنیاد پر اپنی من پسند ترتیب دی جا رہی ہے اور ماہی گیر نمائندوں اور تنظیموں سے کسی قسم کی مشاورت نہیں کی گئی جس کی ہم شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ گوادر ماہی گیر اتحاد وزیر اعلیٰ بلوچستان اور گورنر بلوچستان سے دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ سوسائٹی اگر ماہی گیروں کی فلاح و بہبود کے لیے بنایا جا رہا ہے تو اس کی نمائندگی کے اصل حقدار بھی ماہی گیر نمائندے ہیں اگر سوسائٹی کونسل ممبر شپ کے لیے سیاسی سفارشات کی فہرست کو رد نہ کیا گیا اور ماہی گیر نمائندوں و تنظیموں سے مشاورت نہیں کی گئی تو ہم ماہی گیر اس عمل کے خلاف سخت احتجاج کریں گے۔ سمندری ٹرالنگ کا عمل کئی دہائیوں سے بلوچستان کے زرخیز سمندر کو بانجھ اور سمندری حیات کی نسل کشی کر رہا ہے اور اب یہ مافیا اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ ٹرالنگ میں مصروف ہے کہ کئی بار ماہی گیروں، چھوٹی کشتیوں اور جالوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور ہمارے ادارے بالخصوص محکمہ فشریز ان کے خلاف کارروائی کرنے کے بجائے ماہی گیروں کو محض تسلیاں دیتے ہیں۔ اگر یہ روش تبدیل نہ کی گئی اور ٹرالروں کو ضلع گوادر کی سمندری حدود سے دور نہ رکھا گیا تو گوادر ماہی گیر اتحاد ضلع گوادر کے ماہی گیروں سے مشاورت کر کے ان افسران و محکمہ فشریز کے خلاف بھرپور تحریک کا آغاز کرے گا۔ ملکی ترقی کی خاطر گوادر کے ماہی گیروں نے اپنی جدی/پشتی علاقے اور بہترین مچھلی کی شکارگاہیں قربان کیے ہیں اور امید لگائے رکھی کہ اس تمام تر ترقیاتی عمل میں ماہی گیروں کو حصہ دار بنایا جائے گا۔ حکومت چین کی طرف سے گوادر کو 4000 شمسی جنریٹرز کا تحفہ دیا ہے جو اس وقت گوادر کسٹم کے پاس ہے اور سننے میں آیا ہے کچھ سیاسی نمائندگان و پارٹیاں اپنی فہرست بنانے میں مصروف عمل ہیں جس سے ماہی گیروں میں تشویش پائی جاتی ہے۔ ہم متعلقہ اداروں اور ذمہ داران سے اپیل کرتے ہیں کہ امدادی شمسی جنریٹرز کی تقسیم کو منصفانہ بنانے اور ماہی گیروں تک پہنچا دینے کے لیے ماہی گیر کمیٹی کے ساتھ مشاورت کی جائے اور بصورت دیگر ماہی گیر پرامن احتجاج کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

(گوادر ماہی گیر اتحاد)

خواتین اور بچوں کو تحفظ فراہم کیا جائے

حیدر آباد ایکٹیو ویمن فاؤنڈیشن کی جانب سے عورتوں کے حقوق اور بچوں کے ساتھ پیش آنے والے جنسی زیادتی کے واقعات کی روک تھام کے لیے ایکٹیو ویمن فاؤنڈیشن کے آفس قاسم آباد میں ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس سے فاؤنڈیشن کی چیئر پرسن نازش فاطمہ، سیاسی رہنما اور سندو نواز گھاں گھانگرو، صنم چانڈیو، نذیر قریشی، صائمہ جعفری، اسما ابڑو سمیت دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کی جانب سے عورتوں کے حقوق اور تحفظ سمیت بچوں کے تحفظ کے لیے کئی اقدامات اٹھانے کے دعوے کیے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود قانون پر عملدرآمد نہ ہونے کے سبب عورتیں اور بچے غیر محفوظ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر روز اخبارات اور نجی ٹی وی چینلز پر عورتوں کو ہراساں کرنے سمیت بچوں سے جنسی زیادتی کے واقعات کی رپورٹس شائع کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ معاشرے کی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عورتیں اور بچے محفوظ نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی جانب سے عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لیے اقدامات تو اٹھائے گئے ہیں لیکن کمزور قانون سازی کے سبب ملزمان سزاؤں سے بچ جاتے ہیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ عورتوں اور بچوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔

(لالہ عبدالحلیم)

مظالم کے خلاف احتجاج کرنے والے افراد پر پولیس کا لاٹھی چارج

عمرکوٹ سندھ کے ضلع عمرکوٹ میں علاقے کے وڈیرے کے مظالم کے خلاف احتجاج کرنے والے اقلیتی برادری کے افراد پر پولیس کے لاٹھی چارج اور تصادم میں بزرگ خاتون سمیت کئی افراد زخمی ہوگئے جبکہ وڈیرے کے خلاف مقدمہ درج کرکے پولیس اہلکاروں کو معطل کردیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق عمرکوٹ کے گاؤں فضل چوپان میں کولھی قبیلے سے تعلق رکھنے والے مزدوروں نے اللہ والا چوک پر احتجاج کیا اور ٹائر جلا کر سڑک کو ٹریفک کے لیے بند کردیا جس کے نتیجے میں مختلف شہروں کو جانے والی گاڑیوں کو روک دیا گیا۔ مظاہرے کی سربراہی ہاریان،

پوپٹ، رکھما کولھی اور دیگر رہنما کررہے تھے جنہوں نے بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے، انہوں نے گاؤں کے وڈیرے سمیت شاہ نواز، حاجی چوپان اور اللہ داد چوپان پر الزام عائد کیا کہ وہ انہیں نوجوان لڑکیوں کو پیش کرنے اور ان سے جنسی تعلقات قائم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں دوسری صورت میں انہیں گاؤں بدر کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ ان کے مطالبات نہ ماننے پر تشدد کیا جاتا ہے اور مطالبہ کیا کہ ان مظالم کا مقدمہ درج کیا جائے۔ عمرکوٹ پولیس نے مظاہرین سے مذاکرات کرکے معاملے کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی جو بعد ازاں تصادم میں تبدیل ہوگیا اور مظاہرین نے پولیس کی گاڑی پر بھی پتھراؤ کیا جس سے گاڑی کے شیشے ٹوٹ گئے۔

رپورٹ کے مطابق پولیس نے لاٹھی چارج کیا جس کے نتیجے میں خواتین سمیت کئی مظاہرین کو زخم آئے اور ایک بزرگ خاتون سیتو زوجہ عادو کو بھی زخم آیا اور وہ موقع پر ہی بے ہوش ہوگئیں جبکہ پولیس نے دیگر 5 مظاہرین کو حراست میں لے لیا تاہم کچھ دیر بعد انہیں رہا کردیا گیا۔ مقامی افراد کے مطابق مظاہرین کی جانب سے وڈیرے اور ان کے ساتھیوں کے خلاف مقدمہ درج کرنے کا مطالبہ کیا جارہا تھا لیکن پولیس ان پر لاٹھی چارج کررہی تھی، علاقے کے اعلیٰ پولیس حکام کے ساتھ ساتھ پی پی پی اور پی ٹی آئی کے مقامی رہنماؤں نے انہیں مقدمہ درج کرانے اور انصاف دلانے کی یقین دہانی کرادی۔ کولھی برادری کا موقف تھا کہ انہوں نے تھانے میں مقدمہ درج کرانے کی کوشش کی جہاں ناکامی پر احتجاج کا فیصلہ کیا جبکہ پولیس کا کہنا تھا کہ وہ مقدمہ درج کرانے نہیں آئے۔ گاؤں کے وڈیرے فیض محمد چوپان نے ڈان کو بتایا کہ ان کے خلاف تمام الزامات بے بنیاد ہیں اور انہوں نے غیر جانبدار تحقیقات کا مطالبہ کیا تاکہ معاملے کی تہہ تک پہنچا جاسکے۔ بعد ازاں پولیس نے کولھی برادری کے افراد کی مدعیت میں شاہ نواز، اللہ داد اور حاجی چوپان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا۔

(نامہ نگار)

پنجاب کے 5 اضلاع میں ایچ آئی وی/ایڈز کے کیسز میں خطرناک حد تک اضافہ

------ صوبہ پنجاب کے 5 اضلاع فیصل آباد، چنیوٹ، ساہیوال، جھنگ اور ننکانہ میں ایچ آئی وی کے مرض کے شکار افراد میں اضافہ خطرناک شرح تک بڑھ گیا ہے اور اس وقت ان علاقوں سے 2800 سے زائد مریض مفت ادویات کے لیے پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام (پی اے سی پی) کے پاس رجسٹرڈ ہوئے ہیں۔

ڈان اخبار کی ایک رپورٹ کے مطابق پی اے سی پی کے ذرائع کے مطابق پروگرام کا فیصل آباد یونٹ الائیڈ ہسپتال کے کمرے میں قائم کیا گیا ہے جو ایچ آئی وی/ایڈز کے رجسٹرڈ مریضوں کو مفت ادویات فراہم کررہا ہے جبکہ ان 5 اضلاع سے ماہانہ 70 سے 90 کیسز اس بیماری کے موصول ہورہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان مریضوں میں سے زیادہ تر کو اپنی حالت کے بارے میں خون عطیہ کرنے، بیرون ملک جانے یا سرجری سے گزرنے سے قبل کیے گئے اسکریننگ ٹیسٹ کے ذریعے معلوم ہوا۔ تاہم ان علاقوں میں ایچ آئی وی کے اس طرح کے زیادہ کیسز سامنے آنے کے باوجود یہ پریشان کن ہے کہ صوبائی حکومت اور ضلعی انتظامیہ کی جانب سے اب تک ایچ آئی وی مریضوں کی اتنی بڑی تعداد کی وجوہات جاننے کے لیے کوئی اسکریننگ کیمپ نہیں لگایا گیا۔ ذرائع کا کہنا تھا کہ سندھ کے ضلع لاڑکانہ کے تعلقہ رتوڈیرو میں بڑی تعداد میں ایچ آئی وی کیسز صوبائی حکومت کے لیے بدنامی کا باعث بنے اور اسی کو دیکھتے ہوئے پنجاب میں متعلقہ انتظامیہ نے خود کو بچانے کے لیے اس معاملے پر روشنی نہیں ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ پی اے سی پی کے متعلقہ اسٹاف کو مرض سے متعلق بڑے اعداد و شمار کے حوالے سے معلومات کے لیک ہونے کے خلاف سختی سے خبردار کیا گیا تھا۔ اسی تناظر میں حکام کی زبانی ہدایات پر الائیڈ ہسپتال میں پی اے سی پی حکام باضابطہ طور پر مریضوں کی تعداد بتانے کو تیار نہیں تھے اور نہ ہی یہ بتانے کو تیار تھے کہ یہ مریض کن علاقوں سے آئے اور کس طرح انہیں وائرس ہوا۔ دوسری جانب پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن (پی ایم اے) نے اس تمام صورتحال پر سنگین تحفظات کا اظہار کیا اور متعلقہ علاقوں میں اتائیوں کے خطرے کو دیکھنے میں ضلعی انتظامیہ کی ناکامی پر شدید تنقید کی، ساتھ اسے اس خطرے کو ایچ آئی وی/ایڈز کے پھیلاؤ کا بڑا ذریعہ قرار دیا۔

اس حوالے سے معاملے پر تبادلہ خیال کے لیے ڈاکٹر صولت نواز کی سربراہی میں پی ایم اے اراکین کا اجلاس ہوا جس میں پنجاب ہیلتھ کیئر کمیشن (پی ایچ سی) پر اتائیوں کو اجازت دینے کا الزام بھی لگایا گیا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ وقفے وقفے سے اتائیوں کے خلاف نام نہاد آپریشنز صرف متعلقہ حکام کی ماہانہ رشوت میں اضافے کا ذریعہ ہیں۔ ذرائع نے اس بات کی جانب بھی اشارہ کیا کہ سرکاری ہسپتالوں کی جانب سے ایچ آئی وی/ایڈز مریضوں کی سرجری سے انکار کرنے کی مشق بھی اس بیمارے کے پھیلنے کی وجہ ہے۔ ایسے مریضوں کے پاس کوئی آپشن نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ وہ نجی ہسپتالوں تک رسائی حاصل کریں جہاں انہیں خون کی اسکریننگ کے بغیر آپریشن کے اس عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس کے نتیجے میں وائرس دیگر مریضوں میں پھیلتا ہے جو ان نجی ہسپتالوں میں کمزور طریقے سے جراحی آلات کے ذریعے سرجری سے گزر رہے ہوتے ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1 تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2 ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3 ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4 کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5 کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6 ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7 قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8 ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9 کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10 ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11 (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12 کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13 (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14 (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15 (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16 (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17 (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18 ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19 ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20 (1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

دفعہ - 21 (۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22 معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23 (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24 ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25 (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26 (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27 (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں

دفعہ - 28 ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29 (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30 اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

Human Rights Commission of Pakistan
جہد حق
Monthly JEHD-E-HAQ

لاہور: ایچ آر سی پی نے اپنے اسٹاف کی استعداد سازی کے لیے ورکشاپ کا اہتمام کیا

کراچی: مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر سول سوسائٹی کی تنظیموں نے مزدور عورتوں کے حق میں ریلی نکالی

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹائون، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15